

معازف و مزامیر کا شرعی حکم (۲)

مولانا عبد الغفار حسن

حرمتِ مزامیر پر دو سری روایات

صحیح بخاری کی مذکورہ بالا قابلِ اعتماد روایت کے علاوہ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، طبرانی وغیرہ میں بے شمار ایسی احادیث ہیں جن سے معازف و مزامیر کی حرمت واضح طور پر ثابت ہوئی ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ ان روایات کی اکثریت پر محدثین نے جرح کی ہے، لیکن مجموعی طور پر یہ سب احادیث ایک دوسرے کی تقویت اور تائید کا ذریعہ بنتی ہیں اور اس بنا پر یہ روایات قابلِ اعتماد اور لائقِ استناد باور کی گئی ہیں، قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں:

”مجموعی طور پر یہ روایات استدلال کی بنیاد بن سکتی ہیں، خصوصاً جب کہ ان میں سے بعض روایات کو ’حسن‘ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ تمام روایات مجموعی طور پر کم از کم حسن لغیرہ تو شمار ہوں گی یعنی فی نفسہ صحت کے لحاظ سے معیار بلند نہ سہی مجموعی طور پر لائقِ استناد بن جاتی ہیں۔“

اس کے بعد قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ گانے والی لونڈیوں کی بیع کی ممانعت پر مشتمل روایات متعدد سندوں سے ثابت ہیں۔ اسی طرح ”الغناء ینبیئ النفاق“ (گانا نفاق پیدا کرتا ہے) یہ روایت بھی متعدد سندوں اور طریقوں سے مروی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۳)

۱۔ واضح رہے کہ ایسی ضعیف روایات جن کا تمام ترمذی ایسے ناقابلِ اعتماد راویوں پر ہو جو محض حافظ کے لحاظ سے ہی کمزور نہ ہوں بلکہ ان کو کاذب یا متهم با کذب بھی قرار دیا گیا ہو، اگر وہ بیسیوں کی تعداد میں بھی ہوں تب بھی لائقِ استناد نہ ہوں گی، لیکن اگر راویوں پر صرف ضعف حافظ کا الزام ہو تو اس صورت میں ایسی روایات کا مجموعہ حسن قرار دیا جائے گا اور شرعی مسائل میں ان کو

سنن ابوداؤد کی روایت

صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ابوداؤد کی روایت ہے:

عن نافع سمع ابن عمر مزمرا قال فوضع اصبعيه على اذنيه... وقال كنت مع رسول الله ﷺ فسمع مثل هذا فصنع مثل هذا (ابوداؤد کتاب الادب)

”نافع سے روایت ہے عبد اللہ بن عمرؓ نے بانسری کی آواز سنی تو آپ نے کان، انگلیوں سے بند کر لئے..... اور فرمایا: میں (ایک بار) آنحضور ﷺ کے ہمراہ تھا، آپ نے اسی طرح آواز سنی اور یہی طرز عمل اختیار کیا۔“

اس روایت کو امام ابوداؤد نے منکر قرار دیا ہے، لیکن منکر ہونے کی وجہ کوئی بیان نہیں کی۔

سنن ابوداؤد کی مشہور متن شرح میں لکھا ہے:

”اس روایت کے منکر قرار دیئے جانے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی، اس کے تمام راوی ثقہ

ہیں، اس حدیث کا کوئی راوی بھی اپنے سے کسی ثقہ تر راوی کا مخالف نہیں ہے۔“

امام سیوطیؒ نے ابن عبد البرؒ کی قول نقل کیا ہے کہ اس روایت کو سلیمان بن موسیٰ کی وجہ سے محمد بن طاہر نے ضعیف قرار دیا ہے، حالانکہ سلیمان بن موسیٰ کو متعدد اہل علم نے ثقہ اور حسن الحدیث راویوں میں شمار کیا ہے، پھر اس کی متابعت و تائید میں مسند ابویعلیٰ اور طبرانی کی روایات موجود ہیں۔ (عون المعبود ج ۴، ص ۳۳۵)

ایک ضروری وضاحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن عمرؓ کے بانسری کی آواز سن کر کان بند کر لینے سے مقصود صرف شدید نفرت اور ناپسندیدگی کا اظہار تھا۔ اس قسم کے مواقع پر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینا کچھ ضروری نہیں ہے۔ اصل میں کان لگا کر سنا منع ہے۔ اگر اتفاقاً گانے بجانے کی آواز کان میں پڑ جائے تو اس سے گناہ لازم نہیں آتا۔ جس طرح کہ نامحرم عورت پر اچانک بلا ارادہ نگاہ پڑ جائے تو خدا کے ہاں کوئی مواخذہ نہ ہوگا، لیکن بالقصد اور بالارادہ تاک جھانک کر نا قطعاً حرام ہے، اس پر شدید وعید آئی ہے اور اسے آنکھ کا زنا قرار دیا گیا ہے۔

چند کمزور سہارے

مذکورہ بلا صفحات میں سنت رسول ﷺ کی واضح تصریحات سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ اسلام میں معازف و مزامیر کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اب ان دلائل و شواہد کا تجزیہ کیا جاتا ہے جو حامیان موسیقی کی طرف سے معازف و مزامیر کے جواز بلکہ مستحب اور مستحسن ہونے پر پیش کئے جاتے ہیں۔

قرآن سے استدلال: قرآن میں ہے: وَاتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا۔ اس آیت کی تشریح اور تائید میں بائبل میں سے زبور کی یہ عبارت پیش کی گئی ہے:

مزامیر داود علیہ السلام کے ساتھ اس کی حمد کرو۔ ربط اور ستار پر اس کی حمد کرو، تاردار سازوں اور بانسری کے ساتھ اس کی حمد کرو، زور سے جھنجھناتی جھانجھ کے ساتھ اس کی حمد کرو۔ (زبور باب ۱۵ آیت ۳ تا ۵)

اس سے انکار نہیں کہ موجودہ بائبل میں بہت سی حکمت و دانائی کی باتیں پائی جاتی ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ صحیح روایات و آثار سے جن چیزوں کی کراہیت و حرمت ثابت ہو چکی ہے ان کو بائبل کی روایات کی بنا پر جائز بلکہ سنت داؤدی قرار دے دیا جائے۔ اگر یہ دروازہ ایک مرتبہ کھول دیا گیا تو رہنمی، شراب نوشی، قمار بازی، زنا کاری اور بت پرستی سب کے جواز کا فتویٰ بھی دینا ہو گا کیونکہ موجودہ بائبل میں تو نعوذ باللہ نوح علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف ان اخلاقی جرائم اور سیاہ کاریوں کو بھی منسوب کیا گیا ہے، حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو بائبل کتاب پیدائش باب ۶، باب ۱۹، کتاب خروج باب ۳۴، مومئیل کتاب ۲ باب ۱۱، کتاب سلاطین باب ۱۱، یوحنا باب ۱۰

حدیث کا سہارا: صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا:

يَا اَبَا مُوسَى اِنَّكَ قَدْ اَعْطَيْتَ مَزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ

اے ابو موسیٰ! تو نے (مزامیر) داؤد کے مزامیر میں سے مزار عطا ہوا ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں ایک صاحب کہتے ہیں: ”اس سے مراد تلاوت کا ایسا انداز ہے جس میں موسیقیت کی جھلک ہو، کچھ سُر ہو، کچھ لے ہو، اس کے لئے ایک جامع لفظ ”تغنی“ ہے۔“ لیکن اگر یہ تشریح صحیح ہے تو کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ لیجئے مزار کا ثبوت بھی سنت داؤدؑی اور سنت محمدؐی دونوں سے مل گیا۔“

حقیقت میں نہ یہاں ”تغنی“ ہے نہ موسیقیت اور نہ راگ الاپنے کی حمایت، اس سے تو صرف حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی موثر اور پرکشش خوش الحانی کا اظہار و اعتراف مقصود ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے: ”ان من البیان لسحرًا“ (بلاشبہ کچھ بیان و خطاب جادو کا سا اثر رکھتے ہیں) کیا اس تشبیہ کی بنا پر اس سے سحر و ساحری کا جواز نکالا جاسکتا ہے؟

روایات کا سہارا: معاذ و مزامیر اور گانے بجانے کی حمایت میں بخاری کی بھی دو روایتیں

© PasailJaraid.com

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور میرے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت دو لڑکیاں جنگِ بعاث کے گانے گارہی تھیں، حضور ﷺ بستر پر لیٹ گئے اور دوسری طرف کروٹ لے لی اور چہرہ مبارک پھیر لیا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ شیطانی گیت؟ آنحضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا، ”ان کو رہنے دو، یہ عید کا دن ہے۔“

اس روایت میں چند امور متعین طلب ہیں (۱) غناء اور تغنی کے معنی (ب) جاریہ کا مفہوم (ج) اشعار کی نوعیت (د) حضرت ابو بکرؓ کے ٹوکنے اور منع کرنے کی بنیاد۔

(الف) ”غنا“ یا ”تغنی“ محض گانے ہی کے لئے نہیں آتے بلکہ بلند آواز سے خوش الحانی کے

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو موسیقار اور مغنی ثابت کرنے کے لئے مصنف عبدالرزاق وغیرہ کی روایات ہی پیش کی گئی ہیں لیکن مصنف عبدالرزاق جیسی کتابوں کا شمار تیسرے طبقے میں ہوتا ہے۔ اس طبقے کا سرمایہ حدیث ہر قسم کی رطب و یابس اور غٹ و سمین روایات سے بھرپور ہے۔ (حجتہ اللہ البالغہ) ظاہر ہے کہ صحاح ستہ کی جن احادیث سے حرمتِ معازف و آلاتِ موسیقی کے مقابلہ میں ان کا کیا وزن ہو سکتا ہے۔

© PasailJaraid.com

ساتھ پڑھنے کے معنی بھی آتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

ما اذن الله لشيء ما اذن لنبي يتغنّى بالقرآن

یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو اتنی توجہ سے نہیں سنا جتنی توجہ سے نبی (ﷺ) کو

خوش الحالی سے قرآن پڑھتے ہوئے سنا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۰ بحوالہ بخاری، مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے: لیس منا من لم يتغن بالقرآن "جس نے قرآن کو خوش الحالی سے نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں"۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۰ بحوالہ بخاری)

اسی حدیث کی تشریح میں امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد تحمیل قراءت ہے، اسی کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے: "زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ" (مشکوٰۃ ص ۱۹۱ بحوالہ ابو داؤد) یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

ابو داؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو لا اشر لکھتے ہیں: کل من رفع صوته والاه فصوله عند العرب غناء (عربوں کے نزدیک بلند آواز سے تسلسل کے ساتھ پڑھنے کو غناء کہا جاتا ہے)۔ یہی ابن الاثیر زیر بحث حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"وعندي جاريتان تغنيان بغنا، بعثت" ای تنشدان الاشعار التي قيلت يوم بعثت ولم نرد الغناء المعروف بين اهل اللهو واللعب وقد رخص عمر في غناء الاعراب وهو صوت كالحدااء

"عندي جاريتان تغنيان" کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں نو عمر لڑکیاں وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو جنگ بعثت کے موقع پر (شجاعت و بہادری کے اظہار کے لئے) کہے گئے تھے، اس سے وہ گانا مراد نہیں ہے جو لو و لعب کے رسیا لوگوں کے ہاں رائج ہے۔ حضرت عمرؓ نے بدوؤں کو بھی غناء کی اجازت دی تھی، وہ بھی حدی خوانی کی طرح ایک آواز ہے۔ (نہایہ ج ۲ ص ۱۷۳)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"از صحیح بخاری بعد از تغنیان گفته اند و لیست با مغنیبتین، یعنی غنا میگردند و ذات آنها مغنی نبود کہ غنا حرفت آنها باشد و غنا را خوب تو انند گفت و مشہور و معروف بد اں باشند و تشویق بغاشہ و تعریض بہوا کنند کہ داعی مفتہ و فساد بود بلکہ

دختر کان بودند از اہل خانہ چنانکہ در خانہ ہا چیزے میگویند‘ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱‘ ص ۶۳۰)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ دو لڑکیاں گھر میں جنگ کے بہادرانہ کارناموں پر مشتمل اشعار پڑھا کرتی تھیں لیکن وہ پیشہ ور مغنیہ نہ تھیں۔ ان میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جو عشق و محبت کے جذبات کو بھڑکانے والی ہو یا کسی فتنہ و فساد کا موجب بنے۔ افسوس ہے کہ ”ثقافت“ کے مقالہ نگار نے یہ حدیث تو نقل کر دی لیکن ”لیستہ بمعنیستین“ کے الفاظ نظر انداز کر گئے۔ علمی تحقیقات کے میدان میں اصحاب علم کو اس قسم کے مشکوک طرز عمل سے بالاتر ہونا ضروری ہے۔

۱) بلند آواز سے خوش الحانی کے ساتھ اشعار پڑھنا (۲) فنِ موسیقی کے قواعد کے مطابق آواز کے اتار چڑھاؤ کے کرتب کا پر تکلف مظاہرہ کرنا۔ شریعتِ اسلامی نے جس چیز کو گوارا کیا ہے وہ پہلا مفہوم ہے۔ آخر الذکر معنی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر اس کے ساتھ اگر ساز بھی شامل ہو جائے (چاہے سوز ہو یا نہ ہو) تو اس کے شرابِ دو آتشہ بننے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔

”تغنی“ کی طرح قرآن میں لفظ ”تزکیہ“ ملتا ہے اس کے دو مفہوم ہیں: (۱) پاک بننا، پاک بازی اختیار کرنا۔ (۲) پاک کھانا اور نیکی اور پارسائی کا مظاہرہ کرنا۔ پہلے مفہوم کو مقامِ مدح میں بیان کیا گیا، جیسا کہ ارشاد ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (فلاح پائی جس نے نفس کو پاک کیا) لیکن دوسرے معنی کو اپنانے سے روکا گیا ہے، فرمایا: لَا تَزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ (اپنی پاکبازی کی نمائش نہ کرو)۔

(ب) لفظ ”جاریہ“ کی تشریح میں علامہ عینی لکھتے ہیں: الجارية فی النساء كالغلام فی الرجال ویقال علی من دون البلوغ منهما (عمدة القاری شرح بخاری‘ ص ۲۶۸) یعنی عورتوں میں جاریہ نابالغ بچی کو کہتے ہیں جس طرح غلام کا لفظ مردوں میں نابالغ لڑکے پر بولا جاتا ہے۔

(ج) اشعۃ اللمعات کی مذکورہ بالا عبارت سے ان اشعار کی نوعیت بھی معلوم ہو گئی جو یہ لڑکیاں پڑھا کرتی تھیں جو سخی جذبات کے لئے ہیجان انگیز ہوتی

جیسا کہ آج کل موسیقی کی محفلوں اور کانفرنسوں میں ہوتا ہے اور جن کے جواز کے لئے قرآن و حدیث سے دلائل جمع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

(د) حضرت ابوبکرؓ کا اس موقع پر نوکنا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو اتنی احتیاط ملحوظ تھی کہ بلند آواز سے اجتماعی رنگ میں اشعار پڑھنا پڑھانا بھی ان کو گوارا نہ ہوا، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ پہلے سے انہوں نے زبان رسالت سے غناء کی مذمت سنی ہوگی تب ہی تو انہوں نے اسے مزبور الشیطان کہہ کر تنبیہ فرمائی، نیز رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابوبکرؓ کے مزبور الشیطان کہنے پر سکوت اختیار کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی اس قسم کا مشغلہ پسندیدہ نہ تھا۔۔۔۔۔۔ اس حدیث کی تشریح میں علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

”حضرت ابوبکرؓ کا اس موقع پر نوکنا ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے غناء کی مذمت آنحضور ﷺ سے سنی ہوگی، جس کی بنا پر ان کا خیال تھا کہ یہ ممانعت عمومی طور پر ہر موقع کے لئے ہے۔ آنحضور ﷺ نے اپنے ارشاد سے واضح کر دیا کہ عید جیسے خوشی کے مواقع پر اس قسم کے تفریحی مشغلے پر قدغن لگانا اور تشدد برتنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ آپ کا اعراض اور بے اتفاقی ظاہر کر رہی ہے کہ گھر کے ذمہ داروں اور بزرگوں کو ایسے مشاغل سے بالاتر رہنا ہی بہتر ہے۔“ (تفسیر روح المعانی، ج ۲۱ ص ۶۳)

صحابہؓ کے طرز عمل کی وضاحت

”تغنی“ کی مذکورہ بالا تشریح کے بعد ان روایات کا مفہوم بھی واضح ہو گیا جن میں بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت عمرؓ اور حضرت براء بن مالکؓ وغیرہ کی طرف تغنی کی نسبت کی گئی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث سے خوشی کے مواقع پر خوش آوازی سے اچھے مضمون کے اشعار اگر گھر کی لڑکیاں پڑھ لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر اگر گھر کی لڑکیاں اعلان اور خوشی کے اظہار کے لئے دف کا بھی استعمال کر لیں تو اسے گوارا کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ دوسری روایت سے ظاہر ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کی تصریح

مذکورہ بالا احادیث کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

”ہاں آپ نے شادی وغیرہ میں عورتوں کو دف بجانے کی اجازت دی ہے، رہے مرد تو آپ کے زمانہ میں کوئی مرد بھی نہ ڈھول بجاتا تھا نہ تالیاں پیٹتا تھا۔“

بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ”تالی بجانا (یعنی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارنا) عورتوں کے لئے اور تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا مردوں کے لئے ہے (یعنی اگر امام نماز میں بھول جائے اور اس کو متنبہ کرنا ہو تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں مذکورہ بالا کیفیت کے ساتھ متنبہ کر دیں۔) بلکہ آپ نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔

اس حدیث یعنی (زیر بحث روایت) سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحابؓ اس قسم کے سماع کے عادی نہ تھے، اسی لئے حضرت ابو بکرؓ نے اسے شیطان کی آواز قرار دیا۔ نبی ﷺ نے لڑکیوں کو ان کے حال پر اس لئے رہنے دیا تھا کہ وہ عید کا دن تھا اور بچوں کو ایسے موقع پر کھیل کود کی اجازت دے دی جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تاکہ مشرکین جان لیں کہ ہمارے دین میں آسانی ہے، اور معلوم ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ (رسالہ وجد و سماع، ص ۲۶)

ایک ضروری وضاحت

روایات میں شادی بیاہ کے موقع پر زیادہ سے زیادہ دف بجانے کا جواز نکلتا ہے، تاکہ اس طرح اعلان سے نکاح اور زنا کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ اب یہ اسلامی مزاج کے یکسر خلاف ہو گا کہ دف پر قیاس کر کے دوسرے ہر قسم کے باجے اور آلات طرب جائز ٹھہرائے جائیں۔ اس کی مثل بالکل ایسی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو خارش کی بنا پر ریشمی لباس کی اجازت دی گئی تھی۔ اب کوئی اور ”ثقافت“ کے بزرگ عام حلات میں بھی مردوں کے لئے اس کے جواز کا فتویٰ دے دیں تو کیا یہ انصاف کے مطابق ہو گا؟ جس طرح دین میں تنگی ممنوع ہے اسی طرح اس قسم کا توسع اور تجدد بھی جائز نہیں ہے جس سے دین میں تحریف کا دروازہ کھل جائے۔

یہ بھی واضح رہے کہ عرب میں بعثت نبویؐ کے وقت دف کے علاوہ دوسرے آلات طرب

بھی رائج تھے جیسا کہ عربی زبان کی مستند لغات اور ادبی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے لیکن آنحضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں مسلمانوں سے صرف دف کا استعمال ہی منقول ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پاک معاشرے میں خوشی کے مواقع پر بھی تفریح کی رنگارنگی اور بوقلمونی درست نہیں سمجھی جاتی تھی۔

فقہاء کا یہ اصول کتنا حکیمانہ ہے کہ وہ احادیث جو اقوالِ نبویؐ پر مشتمل ہیں ان کی حیثیت عام قانون کی سی ہوگی، اور واقعاتی روایات صرف اپنے مندرجات ہی میں محدود رہیں گی، عموم و اطلاق کے لحاظ سے ان کا وہ درجہ نہ ہو گا جو قولی احادیث کو حاصل ہے۔ قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں

لان الفعل لاعموم لہ (ارشاد الفحول، ص ۳۶)

اسلاف میں سے بعض اہل علم شادی بیاہ کے مواقع پر بھی دف کو مکروہ سمجھتے ہیں، اس طرز عمل کی بنیاد شریعت کا وہ ضابطہ ہے جسے ”سد باب زریعہ“ کہا جاتا ہے، یعنی بعض مباحات پر اس وجہ سے پابندی لگادی جاتی ہے کہ اس سے معاشرہ میں حرام مشاغل کے نشوونما پانے کے لئے چور دروازے کھل سکتے ہیں۔ جیسے آپس میں ہدیئے، تحفے دینا لینا مسنون ہے لیکن کسی سرکاری افسر یا جس سے قرض لیا ہو، اس کو تحفہ دینا یا اس کی خدمت میں ڈالیاں پیش کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس طرح رشوت اور سود کے لئے راستہ ہموار ہو جاتا ہے اور معاشرے کی اجتماعی زندگی فساد اور انتشار کا نشانہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح نامحرم عورت کے حسن و جمال سے لطف اندوز ہونا اور حسین چہروں کو قصدِ ادیکھنا بھی ممنوع ہے، کیونکہ اس سے زنا اور بدکاری کے جراثیم معاشرے میں پھیلتے ہیں، حالانکہ اس موقع پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نظارہ بازی سے ہم خدا کی قدرت اور اس کی صنعتِ خالقیت کا مشاہدہ کرتے ہیں (اور اس طرح ایمان و عرفان کو تازگی اور قلب و روح کو نئی زندگی حاصل ہو جاتی ہے) --- (اعلام الموقنین، ج ۲ ص ۶۳) از علامہ ابن قیم (جاری ہے)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے